Fikr-o-Nasar (Islamabad) 24:2 (1986)

,,تاریخ التراث العربی،، ـ تالیف کے مقاصد اور طریق کار

ڈاکٹر فؤاد سیزگین
ترجمہ : ڈاکٹر خورشید رضوی

تاریخ علوم پر ڈاکٹر فؤاد سیزگین کے عربی خطبات کا تعارف نیز پہلے خطبے کا ترجمہ قارئین کی خدمت میں فکرونظر کے شمارہ ۱ ، جلد ۲۴ میں پیش کیا جا چکا ہے۔ اب دوسرے خطبے کا ترجمہ حاضر ہے۔ اس میں فاضل محقق نے اپنی شہرۂ آفاق جرمن تالیف Geschichte des Arabischen Shrifttums کے متعلق نہایت مفید معلومات پیش فرمائی ہیں ـ اس کتاب کی آٹھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور ,, تاریخ التراث العربی ،، کے عنوان سے اس کا عربی ترجمہ بھی جاری ہے۔
(مترجم)

جب یورپ کے دینی و ثقافتی حلقوں پر لاطینیوں کی طرف سے عرب دشمنی کی رو غالب آ گئی ـ جس کی طرف میں گزشتہ خطبے میں اشارہ کر چکا ہوں۔تو سترھویں صدی عیسوی کے نصف اول میں استشراق کا ظہور ہوا ـ اس میدان میں پہلا نام جو ہمیں معلوم ہے ، ھالینڈ کے عالم جیکب گولیس ((JACOBUS GOLIUS کا نام ہے ، جس نے لائیڈن میں عربی مخطوطات کی اچھی خاصی تعداد جمع کی اور ۱٦۲۳سے۱٦٥٦ عیسوی کے درمیانی عرصے میں ان میں سے بعض کو۔

مثلاً طغرائی کا لامیّة العجم ، حریری کا پہلا مقامہ اور ابو العلاء معرّی کا ایک قصیدہ ۔ شائع بھی کیا ۔ پھر اس کے نقش قدم پر آنے والے بعض مستشرقین نے سبع معلّقات، حماسۂ ابی تمام اور قصیدۂ تأبّط شرّا جیسے کچھ شعری سرمائے کا ترجمہ کیا ۔

جب استشراق پر توجہ بڑھی تو انیسویں صدی عیسوی کے اواسط میں بعض علماء نے عربی علوم پر کچھ بنیادی کتابیں تالیف کرنے کی ضرورت محسوس کی ۔ چنانچہ جرمن مستشرق وسٹنفلڈ (F. WÜSTENFELD) نے ۱۸۴۰ء میں ,, تاریخ اطبائے عرب " تالیف کی ۔ اس کے دو برس بعد لاطینی عالم و نرغ (G. WENRICH) کی کتاب منظر عام پر آئی جس کا موضوع یونانی سے عربی میں ہونے والے ترجمے تھے ۔

هیمر پرگستال (J. HAMMER PURGSTALL) کی سات حصوں پر مشتمل ضخیم کتاب ,, تاریخ ادب عربی " انیسویں صدی کے عجائب میں شمار ہوتی ہے ۔ یہ ۱۸۵۰ اور ۱۸۵٦ کے درمیان وی آنا سے شائع ہوئی ۔ ناقدین نے مؤلف کو عربی سے ناواقفیت کا الزام دیا اور اس کی بھاری غلطیاں پکڑیں ۔ یہ سب درست مگر پھر بھی آسٹریا کا یہ عالم ، قدر کا مستحق ہے کہ اس نے ہزاروں مسلمان علماء کے نام مع مختصر کوائف زندگی کے یکجا کر دیئے اور گاہے گاہے ادبی ، فکری اور طبیعی علوم پر ان کی کتابوں کا ترجمہ بھی کرتا رہا ۔

۱۸۸۷ اور ۱۸۸۹ء کے درمیان، دس ضخیم جلدوں میں آلوارد (E. AHLWWARDT) کی مرتب کردہ فہرست کتب خانۂ برلن، انیسویں صدی کے اواخر کی اہم ترین منشورات میں سے تھی ۔ یہ زبردست کتاب، جو کتب خانۂ برلن کے عربی مخطوطات کی فہرست ہے، وسیع پیمانے پر اولین علمی کاوش تصور کی جانی چاہیئے جس کے مؤلف نے اپنے مواد کو نظم و ضبط کے ساتھ تاریخی ترتیب دینے کی کوشش کی ۔

پھر ۱۸۹۸ اور ۱۹۰۲ء کے درمیان، کارل بروکلمان (C. BROCKELMANN) نے آلوارد کی فہرست کو بنیاد بناتے ہوئے اپنی کتاب ,, تاریخ ادب عربی،، دو جلدوں میں مرتب کی ۔

کچھ اور اہم کوششیں بھی انیسویں صدی کے اواخر یا انیسویں سے بیسویں صدی کی کروٹ کے دوران تکمیل کو پہنچیں ۔ مثلاً سٹائنشنائدر (M. STEINSCHNEIDER) کی تین کتابیں جن کا موضوع ۔ سترھویں صدی عیسوی تک ــــ یونانی سے عربی، عربی سے عبرانی اور عربی کتب کے یوروپین زبانوں میں ھونے والے تراجم تھے ۔ اسی طرح سویٹزرلینڈ کے عالم زوتر (H. SUTER) کی کتاب جو عرب ماھرین ریاضی و فلکیات اور ان کی تصانیف سے متعلق تھی ۔ اس کتاب میں ریاضی و فلکیات کے پانچ سو عرب علماء اور ان کی کتابوں کے نام درج کئے گئے اور ساتھ ھی ساتھ اس وقت تک کی شائع شدہ فہرستوں کی مدد سے یورپ اور دارالکتب المصریہ ، قاھرہ کے ان مخطوطات کی نشان دھی بھی کی گئی جو مصنف کے علم میں تھے ۔

مستشرقانہ مطالعات کا دائرہ بیسویں صدی میں سال بہ سال پھیلتا چلا گیا ۔ حتیٰ کہ بروکلمان کو تین جلدوں میں اپنی کتاب کا ضمیمہ تیار کرنا پڑا جو ۱۹۳۷ء اور ۱۹۴۲ء کے مابین شائع ھوا ۔

عام خیال یہ تھا کہ عربی و اسلامی علوم کی تاریخ اس وقت تک نہیں لکھی جا سکتی جب تک مختلف علوم میں مسلمانوں کے کام کی ایک فہرست تیار نہ ھو جائے ۔ بلکہ خود اس کام سے پہلے بعض جزئی مسائل کا مطالعہ ضروری ہے جس میں کم از کم ایک صدی صرف ھو جائے گی ۔ چونکہ یہی خیال بروکلمان کے ذھن میں جاگزیں تھا اسی لئے اس نے اپنی کتاب میں محض علماء کے مختصر حالات درج کرنے اور ان کی ایسی تالیفات گنانے پر اکتفا کیا جن کے مخطوطات ھنوز مختلف کتب خانوں میں محفوظ چلے آتے ھیں ۔ یہ خیال جس کی طرف اشارہ کیا گیا آج تک عام ہے ۔ ۱

ایک خیال اور بھی تھا جس میں مستشرقین کی بڑی تعداد شریک تھی اور وہ یہ کہ بروکلمان کے کام میں مواد کے دائرے کی توسیع ہونی چاہیئے تا آنکہ وہ تمام دنیا میں عربی سرمائے کے مخطوطات پر حاوی ہو جائے ۔ یہی وہ مقصد ہے جس کے حصول کے لئے بہت سے یوروپین اور امریکن مستشرقین کوشاں ہیں ۔ ۱۹۵۱ء میں استانبول میں مستشرقین کی جو عالمی کانفرنس منعقد ہوئی اس کے دوران ایک کمیٹی نے اس منصوبے پر غور کرنے کی ذمہ داری قبول کی ۔

میں ۱۹۴۲ سے ۱۹۴۷ء تک استانبول میں مشہور مستشرق ریٹر (H. RITTER) سے تعلیم پا رہا تھا ۔ علوم اسلامیہ کے مطالعے کے ضمن میں مجھ پر انکا بے حد احسان ہے ۔ میں نے بارہا ان کی زبانی سنا کہ بروکلمان کی کتاب میں استانبول کے کتب خانوں کے بہت سے نادر مخطوطات کا ذکر موجود نہیں ۔ اس سے مجھے بروکلمان کی کتاب کا ذیل لکھنے کا خیال پیدا ہوا اور ۱۹۵۸ء تک میں مواد جمع کرنے میں لگا رہا ۔ تب مجھے یہ احساس ہوا کہ بروکلمان کی کتاب کا ذیل لکھتے ہوئے دنیا بھر کے معروف کتب خانوں میں موجود عربی مخطوطات کی فہرستوں کی بنیاد پر اس کے دائرے کو وسیع کرنا ضروری ہے ۔

اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے میں نے متعدد سفر اختیار کئے اور پھر ۱۹۶۱ء میں تالیف کا کام شروع کیا ۔ لیکن دو برس بعد مجھ پر واضح ہو گیا کہ بروکلمان کی کتاب پر ذیل لکھنے کا کوئی خاص فائدہ نہیں ۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ جو مواد اس کی نظر میں نہ تھا اس کی بنیاد پر یہ کام از سر نو کیا جائے ۔

۱۹۶۵ء میں دو جلدوں کا مسودہ میرے پاس مکمل ہو چکا تھا ۔ پہلی جلد قرآن، حدیث، تاریخ ، فقہ ، عقائد، توحید اور تصوف کے

علوم پر مشتمل تھی جبکہ دوسری جلد میں شعر، نثر، لغت، نحو، بلاغت اور عروض شامل تھے۔

پہلی جلد کی طباعت کے دوران، میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اس کتاب کو بروکلمان کی کتاب سے الگ ایک مستقل حیثیت کا حامل ہونا چاہیئے۔ نیز یہ کہ مجھے چاہیئے کہ ذاتی ، نیز دیگر ماہرین کے مطالعے کی روشنی میں جس حد تک ممکن ہو فکری تاریخ اور عربی و اسلامی علوم کے ارتقاء کے مسئلے پر توجہ مرکوز کروں۔ اس نقطۂ نظر نے مجھے دوسری جلد کی طباعت سے اجتناب پر آمادہ کیا۔

میرا خیال ہے کہ یہاں ,, تاریخ التراث العربی " کے ضمن میں اپنے تالیفی مراحل کی داستان کو ذرا دیر کے لئے موقوف کرتے ہوئے آپ کو یہ بتاتا چلوں کہ مستشرقین کے اس منصوبے پر عمل درآمد کی کیا صورت ہوئی جس کی طرف کچھ ہی پہلے اشارہ کر چکا ہوں۔ اس کی مجلس عاملہ ۱۹٦۱ء میں یونیسکو کی طرف سے ضروری مالی امداد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ بعض عہدیداروں کو ان مراحل کا علم ہوا جو میں اپنی کتاب کے سلسلے میں طے کر چکا تھا۔ چنانچہ انہوں نے مجلس عاملہ سے تقاضا کیا کہ میرے انجام دیئے ہوئے کام کو تسلیم کریں اور یونیسکو کی مقرر کردہ امداد مجھے مہیا کر دیں تاکہ میں اس سے اپنے کام کی تکمیل میں مدد لے سکوں۔ انہوں نے مطلوبہ کتاب کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یورپ اور امریکہ کے متعدد ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی اور اپنی قرار داد میں کہا کہ میرا جمع کیا ہوا مواد ان کیلئے اپنے منصوبے کو جاری رکھنے میں مفید ہو سکتا ہے۔ ۱۹٦۴ء میں بروکسل (BRUXELLES) میں اس کمیٹی کا اجلاس آخری قرار داد کے لئے ہوا اور کمیٹی نے مجھ سے پوچھا کہ میں اپنا کام جاری رکھنا پسند کروں گا یا علمی مواد مہیا کرکے ان کی معاونت کرنا چاہوں گا۔

میں نے کمیٹی کو جواب دیا کہ میں اپنی کتاب کی پہلی دو جلدوں کی تالیف مکمل کر چکا ہوں اور اس مرحلے پر یہی مناسب ہے کہ یہ کتاب ایک ہی شخص کے ہاتھوں مرتب ہو تاکہ اس پر کسی قسم کے تضادات کے بغیر، ایک ہی مربوط انداز فکر کی چھاپ نظر آئے ۔ اس بنا پر سابقہ کمیٹی کو، یونیسکو کی امداد مجھے مہیا کرنے کی منظوری دینے سے قبل، کالعدم قرار دے دیا گیا ۔

اس صورت حال کے علی الرغم میں نے اپنی کتاب کی تالیف اس یقین کے ساتھ جاری رکھی کہ حقیقی مددگار صرف میری قوت ایمانی ہے جو تمام رکاوٹوں اور دشواریوں سے قوی تر ہے ۔

مجھے خوب یاد ہے کہ ماضی کے چند سال کس درجہ کٹھن تھے اور حالات کس قدر سنگین ۔ قریب تھا کہ یاس کی کیفیت مجھے کام جاری رکھنے سے باز آ جانے پر آمادہ کر لیتی مگر اس ذمہ داری کا شعور آڑے آتا رہا جو میں خود پر عائد کر چکا تھا ۔ اس ذمہ داری میں یاس سے زیادہ قوت تھی ۔ اور آج میں خود پر اللہ کے فضل و نعمت کو واضح طور پر دیکھ رہا ہوں کہ کتاب کی پہلی چھ جلدوں کی طباعت کی تکمیل کر چکا ہوں اور ساتویں جلد کی تالیف کا آغاز ہو گیا ہے ۔

میں نے تالیف کتاب کی داستان سنانے کی جسارت اس لئے کی کہ اس داستان کے مختلف مراحل آپ سے پوشیدہ نہ رہیں ۔ اب میں یہ چاہتا ہوں کہ جرمن زبان میں جس قدر جلدوں کی طباعت مکمل ہو چکی ہے ان کا ۔ نیز آئندہ جلدوں کے منصوبے کا ۔ ایک اجمالی خاکہ آپ کی خدمت میں پیش کروں ۔

۱ ۔ پہلی جلد :

جیسا کہ عرض کر چکا ہوں یہ جلد ابتدائی طور پر بروکلمان کے کام کی تجدید کی غرض سے مرتب کی گئی ۔ لیکن بروکلمان کی کتاب کا آغاز شعر، نحو، لغت، تاریخ، علوم عربیت، فلسفہ اور طبیعی

علوم سے ہوتا ہے جبکہ میری کتاب کی پہلی جلد علوم قرآن، و حدیث، تاریخ ، فقہ، عقائد، توحید اور تصوف پر مشتمل ہے اور اس میں ان علوم کے آغاز سے لے کر ۴۳۰ ھ تک کے دور کا احاطہ کیا گیا ہے۔ یہ جلد ۱۹٦۷ء میں شائع ہوئی۔

۲ ۔ دوسری جلد :

اس کا موضوع شعر ہے۔ اس جلد کا پہلا مسودہ چونکہ میں نے علم لغت، نحو، بلاغت اور نثر کے مسودے کے ساتھ مکمل کیا تھا لہذا بہت کچھ تبدیلیاں کرنی پڑیں جن کے سبب اس کی طباعت میں مجبوراً تاخیر ہوئی اور یہ جلد ۱۹۷۵ء میں زیور طبع سے آراستہ ہو سکی۔

۳ ۔ تیسری جلد

یہ ۱۹۷۰ء میں شائع ہوئی اس میں طب، بیطرہ اور علم الحیوان شامل ہیں۔

۴ ۔ چوتھی جلد

۱۹۷۱ء میں نکلی۔ یہ کیمیا، نباتیات اور زراعت پر مشتمل ہے۔

۵ ۔ پانچویں جلد

۱۹۷۴ء میں سامنے آئی۔ اس کا موضوع ریاضیات ہے۔

٦ ۔ چھٹی جلد

ہنوز طباعت کے مراحل میں ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی طباعت تین ماہ کے عرصے میں مکمل ہو جائے گی۔ یہ علم الفلک، احکام النجوم، اور آثار علویہ [METEOROLOGY] سے متعلق ہے۔ اس میں تقریباً ایک ہزار صفحات ہونگے۔

۷۔ ساتویں جلد

میں اسے طباعت کیلئے تیار کرنے میں لگا ہوا ہوں۔ امید ہے کہ ان شاء اللہ ڈیڑھ برس کے عرصے میں اللہ تعالیٰ مجھے اس کی تکمیل کی

توفیق ارزانی فرمائیں گے۔ اس کا موضوع علم لغت نحو اور بلاغت وغیرہ ہیں۔

۸ ۔ آٹھویں جلد

یہ فلسفہ ، منطق، نفسیات، اخلاق، سیاست اور علم الاجتماع پر مشتمل ہے۔ اس کا کچھ حصہ میں مرتب کر چکا ہوں۔

۹ ۔ نویں جلد

یہ جغرافیہ ، فزکس، جیالوجی اور موسیقی سے بحث کرے گی۔

۱۰ ۔ دسویں جلد

یہ جلد علوم اسلامیہ کے ضمن میں تعارف عمومی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کا موضوع علوم اسلامیہ کی اٹھان اور ارتقائی مراحل ہیں ۔ یعنی تجربہ، نظریہ، مشاہدہ، تنقید کا پس منظر اور اسلوب، مسلمان علماء کے ہاں نقل کی دیانت، احتیاط، باریک بینی اور دیانت کی صفات میں ان کا یونانیوں اور لاطینیوں سے موازنہ، نیز مسلمان علماء کا یورپ اور دیگر انحائے عالم پر اثر۔

ان دس جلدوں کے بعد ایک عمومی اشاریہ شائع ہوگا ۔ اور پھر اگر اللہ نے فرصت عمر عطا فرمائی تو ان شاء اللہ تمام علوم کے دور ثانی ۔ یعنی ۴۳۰ ھ سے گیارھویں صدی ھجری تک ۔ پر قلم اٹھاؤں گا ۔*

مجھے اجازت دیجئے کہ اب ، اجمالی طور پر ، ان جلدوں میں موجود بعض ایسے نکات کا بھی ذکر کرتا چلوں جو ممکن ہے کہ علوم اسلامی کی تاریخ کے مطالعے میں نئی باتیں کہلانے کے مستحق ہوں۔

۱ ۔ پہلی جلد

اس جلد میں، ممکن ہے میری یہ وضاحت ایک نئی کوشش کہلا

---

* پانچویں جلد کے بعد مصنف کے اس منصوبے میں عملاً کچھ تبدیلیاں آ گئیں ۔ چھٹی جلد ۱۹۷۸ء میں، ایک ہزار کے بجائے ۵۲۱ صفحات پر مشتمل شائع کی گئی اور اس کا موضوع صرف علم الفلک تک محدود کر دیا گیا ۔ احکام النجوم اور آثار علویہ وغیرہ کو ساتویں جلد میں رکھا گیا جو ۱۹۷۹ء میں نکلی ۔ آٹھویں جلد لغت نویسی پر ہے جو ۱۹۸۲ء میں طبع ہوئی ۔ (مترجم)

سکے کہ دینی علوم کی تدوین پہلی صدی ہجری ھی سے شروع ہو جاتی ہے نیز اسلامی روایت مین اسناد کی اہمیت پر میری بحث۔

۲ ۔ دوسری جلد

میں نے ایک طویل مقدمے میں جاہلی شاعری اور اس کی روایت کے مستند ہونے کے مسئلے پر بحث کی ہے اور جاہلی و اسلامی شاعری کے مصادر کو مرتب کیا ہے۔ ان میں معلّقات ، مفضّلیات ، مجمہرات، اصمعیات ، حماسہ کے عنوان سے مرتب ہونے والی کتابیں ، اور معانی، فضائل، مثالب ، امالی ، نوادر اور طبقات وغیرہ کی کتب شامل ھیں ۔ میں نے شاعری کے مختلف نظریات کو موضوع بحث بناتے ہوئے سو سے زائد ایسے مصادر پر اعتماد کیا ہے جو یا تو اس سے قبل منظر عام پر آئے ھی نہیں یا ان سے استفادہ نہیں کیا گیا ہے۔ اس جلد مین تقریباً دو ہزار شعراء کے احوال اور ان کے کلام کا جائزہ شامل ہے۔

۳ ۔ تیسری جلد

اس جلد میں میں نے پہلی بار مسلمانوں کے ہاں علم طب کے سلسلے میں یونانی، سریانی، قدیم فارسی اور ہندوستانی مصادر کو جمع کر دیا ہے اور اس کے بعد مسلمان اطباء کا جائزہ لیا ہے۔ اجنبی مصادر گنانے کے بعد مسلمان علماء کا جائزہ لینے کا یہی طریق کار باقی سب جلدوں مین جاری رکھا گیا ہے۔

اس جلد اور بعد میں آنے والی باقی جلدوں میں مندرجہ ذیل بنیادی اصول بیشتر کار فرما رہے ھیں جن کی وضاحت مقدمے میں کر دی گئی ہے۔

۱ ۔ مسلمانوں کے ہاں دینی علوم ھی نہیں بلکہ طبیعی علوم کا آغاز بھی پہلی صدی ہجری میں ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بہت سے محققین کا یہ خیال درست نہیں کہ ان علوم کا آغاز دوسری صدی ہجری کے اواخر میں جا کر ہوا۔

۲ ۔ ترجموں کا پہلا دور بھی پہلی صدی سے متعلق ہے نہ کہ دوسری صدی کے اواخر اور تیسری صدی کے اوائل سے ، جیسا کہ بہت سے محققین تصور کرتے ھیں ۔

۳ ۔ یونان کے بڑے بڑے علماء سے غلط طور پر منسوب کتابوں کی جھوٹی نسبت مسلمانوں کا کام نہیں جیسا کہ بہت سے معاصر علماء سمجھتے ھیں ۔ کوئی ایسا محرک موجود ھی نہیں جو مسلمانوں کو یونانیوں کے ناموں کے پس پردہ روپوشی پر آمادہ کرتا ۔ مسلمانوں نے تو ان کتب کو سچ مچ علمائے یونان کی کتابیں تصور کرتے ہوئے ان کا ترجمہ کر دیا ۔

یہ تینوں اصول ماھرین کے ھاں موضوع بحث بنے رھے ۔ بعض نے انہیں تسلیم کر لیا ہے ، بعض کو تردد ہے اور بعض نے انہیں رد کر دیا ہے ۔

۴ ۔ چوتھی جلد

اس جلد میں سب سے اہم مسئلہ جو زیر بحث لایا گیا ہے دوسری صدی ھجری میں جابر بن حیان کے ھاتھوں علم کیمیا کی تأسیس کا مسئلہ ہے ۔ ھم نے اس امر کا ثبوت فراھم کرنے کی کوشش کی ہے کہ جابر بن حیان ایک حقیقی شخصیت ہے نہ کہ ایک افسانوی کردار جیسا کہ کراوس (P. KRAUS) وغیرہ کے نظریات کی بنا پر بعض لوگ کہنے لگے ھیں ۔ علم کیمیا پر وہ کتب جو جابر نے تالیف کیں، ایک ایسی عظیم علمی شخصیت کا پرتو لئے ہوئے ھیں جس میں انسان ارسطو کا ثانی دیکھ سکتا ہے ۔ جن کتب پر بطور مؤلف جابر کا نام درج ہے ، ممکن نہیں کہ انہیں کیمیا کے ایک اسماعیلی مدرسے سے منسوب کر دیا جائے جس کے فرضی ارکان تیسری صدی کے اواسط سے چوتھی صدی کے اواسط تک کے عرصے میں زندہ رھے ۔ تاریخ اسلام میں کسی ایسے مدرسے کے تصور کی طرف کہیں کوئی اشارہ نہیں ملتا ۔

یہ مسئلہ بھی علماء کے زیر غور رہنے لگا ہے۔ بعض ماہرین نے انکار کے دلائل دئے بغیر ھی اس کا انکار کر دیا ہے اور بعض نے انکار میں احتیاط سے کام لینے کا تقاضا کیا ہے۔ اس نظریے کو رد کر دینے کی تحریک پلسنر (M. PLESSNER) کی طرف سے اٹھائی گئی۔ پلسنر کی کراوس سے بہت گہری دوستی ہے اور کراوس کو اس تصور کا سب سے بڑا نمائندہ سمجھا جاتا ہے کہ جابر بن حیان ایک افسانوی کردار ہے۔

اس سلسلے میں فرانسیسی عالم کوربین (H. CORBIN) نے جو کراوس کے دوستوں اور حامیوں میں رہ چکے ھیں۔ آواز اٹھائی اور علی الاعلان کہا کہ ماہرین کو کراوس کا نظریہ ترک کر دینا چاھیئے نیز یہ بھی کہا کہ وہ ,, تاریخ التراث العربی،، کی چوتھی جلد میں شامل نظریات کو مکمل طور پر قبول کرتے ھیں۔ انھوں نے فرانسیسی قارئین کیلئے چوتھی جلد کے مشتملات کی تلخیص کا عزم بھی ظاہر کیا۔

۵۔ پانچویں جلد

جیسا کہ عرض کر چکا ھوں، یہ جلد مسلمانوں کے ھاں ریاضیات کی تاریخ پر مشتمل ہے اور اس امر کی نشاندھی کرتی ہے کہ مسلمان بڑے اھم نتائج تک پہنچ چکے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ایک مستقل علم کی حیثیت سے الجبرا کی بنیاد رکھی اور جبری مساوات کے حل کے مختلف طریقے معلوم کئے۔ مثلاً عددی حل [NUMERICAL SOLUTION] ھندسی حل [GEOMETRICAL SOLUTION] اور حل بطریق منحنیات [CURVILINEAL SOLUTION] اسی طرح انھوں نے چوتھے درجے کی مساوات کی تنظیم [CLASSIFICATION] اور حل تک رسائی حاصل کی۔ وہ کسی حد تک تفاضلی و تمامی حساب [DIFFERENTIAL & INTEGRAL CALCULUS] تک بھی پہنچ چکے تھے۔ انھوں نے علم المثلثات [TRIGONOMETRY] کی بنیاد بھی ایک مستقل علم کے طور

پر رکھی اور مثلثات کرویہ[SPHERICAL TRIANGLES]کو دریافت کیا*

٦ ۔ چھٹی جلد

جیسا کہ بیان ہوا اس جلد مین علم الفلک، احکام النجوم اور آثار علویہ شامل ھیں ۔ ان میدانوں میں اھم نتائج سے بحث مین ایک آئندہ خطبے مین کروں گا لہذا یہاں ان کے ذکر کی ضرورت نہیں ۔

اس جلد میں کوئی چیز اگر یکسر نئی کہلانے کی مستحق ہے تو وہ تیسرا حصہ یعنی آثار علویہ کا حصہ ہے ۔ یہ مؤلف پر اللہ کے احسانات میں سے ایک ہے کہ اسے اس علم کی تاریخ لکھنے کی توفیق ہوئی جس پر دور جدید کے لکھنے والوں نے سرے سے کچھ نہیں لکھا ۔ میں نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسلمان علماء نے آثار علویہ کے میدان میں کئی نظریات وضع کئے جن میں سے بعض، دور جدید کے نظریات سے کامل مطابقت رکھتے ھیں ۔

میں یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنے کام کے دوران واقعیت و انصاف پر قائم رہنے اور اس روش پر گام زن ہونے کی کوشش کی ہے جس کا اظہار بیرونی نے اپنے اس قول میں بڑی ھی خوبی سے کر دیا ہے ۔

,,میں نے وھی کیا ہے جو ھر انسان پر واجب ہے کہ اپنے فن میں کرے ۔ یعنی اس فن میں جو لوگ اس سے پہلے ھو گزرے ھیں ان کے اجتہادات کو قبول کرے ۔ اور اگر کچھ خلل پائے تو بے جھجک اس کی اصلاح کر دے ۔ اور جو کچھ خود اسے سوجھے اسے اپنے بعد آنے والے متأخرین کیلئے بطور ایک یادداشت محفوظ کر جائے ،، (القانون المسعودی ۱: ۴ ـ ۵)

مسلمان علماء کے ساتھ میرے دینی تعلق سے مجھے یہ تحریک

---

* اصطلاحات ریاضی کے سمجھنے میں جناب فضل احمد شمسی نے میری مدد فرمائی ۔ میں ان کا ممنون ہوں ۔ (مترجم) ۔

نہیں ہوئی کہ میں علوم کی تاریخ میں ان کی کارکردگی کو بڑھا چڑھا کر بیان کروں۔ ہاں اس بات کی تحریک ضرور ہوئی ہے کہ مین ان کی مساعی اور دریافتوں کا سراغ لگاؤں اور ان کے اثبات میں خوشی محسوس کرتے ہوئے انہیں صرف ریکارڈ پر لے آوں۔

بسا اوقات میں انہیں بیان کرنے یا پیش کرنے میں کماحقہ کامیاب نہیں ہو پاتا تھا اس کا سبب کبھی میرا عجز، کبھی میری تھکن اور کبھی میری عجلت ہوتی تھی۔ کیونکہ مجھے احساس تھا کہ جس کام کا بیڑا مین نے اٹھا لیا ہے اس کے پھیلاؤ کے مقابلے میں فرصت عمر بہت کم ہے چنانچہ میری مجبوری تھی کہ کسی ایک جلد پر طویل مدت صرف کرکے دوسری جلدوں کی حق تلفی نہ کروں۔

آخر میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ,, تاریخ التراث العربی " پر میرے کام اور اس دھن میں میرے شب وروز کا یہ ایک مختصر سا خلاصہ تھا۔ عین ممکن ہے کہ آپ نے اس کٹھن زندگی سے گھبراہٹ محسوس کی ہو۔ لیکن میں اپنے باطن میں اس بات کا احساس پاتا ہوں کہ میں اللہ کے خوش نصیب ترین بندوں میں سے ہوں۔ وہ کہ جس سے میں امداد و توفیق کا طلبگار ہوں۔